ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر اللہ یار، صدر شعبہ اردو، کاسٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج ساہیوال

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی، صدر شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

عصمت چغتائی کے ناولوں میں تکنیکی رجحانات

Technological Trends in Ismat Chughatai's Novels

Dr. Allah Yar, HoD, Department of Urdu, CAST Post Graduate College, Sahiwal

Dr. Muhammad Arshad Ovaisi, HoD, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore

Abstract

Ismat Chughatai is prominent in Urdu literature. She has excelled in both fiction and novels. Her novels seem to be a reflection of life, with both progressive and romantic elements. Ismat Chughatai's writings are based on an ideology called "Progressive ideology". She has linked this theory to society. Exploitation of the lower class and class struggle are prominent in her fiction and novels. The progressive movement cannot be limited to an integrated body or an organization, but it is the name of a thought, the name of an ideology. Which cannot be kept in any temporal and spatial confinement. It is a universal movement that has left an impact on the literature of the whole world. She has used various techniques in his novels. This article looks at the techniques used in their drains and which techniques they used effectively.

Key Words: Reflection of life, Progressive Ideology, Exploitation, Biographical Techniques, Psychoanalysis, Self-delusion, Social forces, Rationalism

ترقی پسند دور کے افسانوی ادب میں عصمت چغتائی کا نام بہت اہم ہے۔ افسانے کے علاوہ انھوں نے اردو ناول نگاری میں بھی قیمتی اثاثہ چھوڑا۔ ان کا پہلا ناول "ضدی" ہے جس کے بعد انھوں نے کئی ناول تخلیق کیے جن میں "ٹیڑھی لکیر"، "معصومہ"، "بہروپ نگر"، "سودائی"، "جنگلی کبوتر"، "دلی کی دنیا"، "عجیب آدمی"، "باندی" اور ایک قطرہ خون وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں انسانی ذہن، نفسیات اور مزاج کو خاص سانچے میں ڈھالا ہے جن میں داخلی اور خارجی حالات و

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

واقعات کا گہرا اثر ہے۔ یہ دور برصغیر میں ایک انقلابی دور تھا۔ ایک طرف دوسری جنگ عظیم کے بادل منڈلائے ہوئے تھے اور دوسری طرف تحریک پاکستان زوروں پر تھی۔ برصغیر میں سیاسی اور سماجی تبدیلیاں اپنے اثرات دکھا رہی تھیں۔ مذہبی اور نسلی تعصب کے ساتھ ساتھ لسانی تعصب بھی معاشرے کا ناسور بنا ہوا تھا۔ عصمت چغتائی نے ان حالات کا مشاہدہ کرتے ہوئے آپ بیتی اور جگ بیتی دونوں کو اپنے ناولوں کا حصہ بنایا۔

عصمت چغتائی کی تحریروں کی بنیاد ایک نظریے پر ہے جس کو ترقی پسند نظریہ کہتے ہے۔ انھوں نے یہ نظریہ سماج اور معاشرے سے جوڑا ہے۔ نچلے طبقے کا استحصال اور طبقاتی کش مکش اس کے افسانوں اور ناولوں میں نمایاں ہے۔ ترقی پسند تحریک کو کسی مربوط ادارے یا کسی تنظیم تک محدود نہیں رکھا جا سکتا بلکہ یہ ایک سوچ کا نام ہے ایک نظریے کا نام ہے۔ جو کسی زمانی اور مکانی قید میں نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ ایک عالم گیر تحریک ہے جس نے پوری دنیا کے ادب پر اثر چھوڑا ہے۔

تکنیک کو مد نظر رکھتے ہوئے عصمت چغتائی کے ناولوں کا مطالعہ کریں تو زیادہ تر ناول سادہ بیانیہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن کچھ ناول ایسے ہیں جن میں مختلف تکنیک استعمال ہوئی ہیں۔ جیسے "ٹیڑھی لکیر" ناول تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ شمن کے بچپن سے جوانی تک کی کہانی بیانیہ تکنیک میں لکھی گئی ہے۔ اس عرصے میں شمن کو زندگی کے کئی نشیب و فراز اور جنسی تجربات سے گزرنا پڑا۔ کئی سیاسی، معاشی اور تہذیبی رویوں کی نمائندگی بھی ہوئی۔ ناول میں جب واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا جائے تو اس میں سوانحی تکنیک نمایاں ہوتی ہے اور جب یہی صیغہ واحد غائب ہو جائے تو یہ تکنیک بیانیہ میں بدل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناول کا ابتدائی حصہ بیانیہ تکنیک کا عمدہ نمونہ ہے۔ اسی طرح ان کا پہلا ناول تو بالکل سادہ بیانیہ میں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کردار کا تعارف بھی سادہ بیانیہ میں کراتی ہیں۔ جن میں لفاظی اور جزئیات نگاری کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً عصمت "بھابھی" کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "بھابھی کا قد مناسب گڑیا جیسا تھا۔ اور ویسے بھی چھوٹے چھوٹے کمزور ہاتھ مگر وہ شریر کتنی تھی۔ قہقہے کیسے گونجے تھے۔ جیسے چاند کی روشنی آپ میں ٹکرا رہے ہوں۔ وہ کسی طرح بھی تین بچوں کی ماں معلوم نہ ہوتی تھیں۔"(1)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ان کی فنی صلاحیتیں بڑی مضبوط ہیں۔ سراپا نگاری کے حوالے سے دیکھیں تو وہ لفظوں سے مصوری کرتی نظر آتی ہیں۔ وہ اپنے ایک کردار "بڑی آپا" کی شخصیت کا خاکہ کھینچتے ہوئے لکھتی ہیں:

> "اس کے سفید کپڑوں میں ہی وہ رنگینیاں ہوتیں کہ وہ کھل اٹھتی اور ایک دفعہ تو نئی دلہن کا سہاگ کا جوڑا بھی ماند پڑ جاتا۔ سفید چکن کارگے کا کرتا سالا گلا بین بین پیلوں اور ریشمی ڈوریوں سے آراستہ قدم قدم پر ستاروں کے بال اور موتیوں کے پھندے ہاں پانچا مر پر رنڈاپا اتارنے کی ضرورت نہیں۔"(2)

عصمت چغتائی کی یہ مصوری ان کے بیانیے تحرز تحریر کو منفرد بناتی ہے۔ اس اقتباس میں جزئیات نگاری کے ذریعے ایک منظر نامہ پیش کر دیا ہے۔ بڑی آپا کا یہ خاکہ قاری کے دلچسپ اور دل لبھانے والا ہے۔ عصمت نے ناول میں خوبصورت الفاظ سے منظر کشی کی ہے۔

عصمت کے ناولوں میں مکالماتی اور ڈرامائی تکنیک بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ کردار کی تکمیل مکالموں کے ساتھ پوری ہوتی ہے۔ مکالموں کے ذریعے ہی نفسیاتی حربے بھی استعمال کرتی ہیں۔ عصمت کے مکالموں میں سلاست اور بے ساختگی کرداروں کے مطابق استعمال ہوئی ہے۔ ان کے ہاں تشبیہات اور استعارات کا استعمال بہت کم ہوا ہے۔ ان کے اسلوب نگارش میں فطری عمل زیادہ نظر آتا ہے۔ ضدی کے پس منظر کی طرف جائیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ عصمت چغتائی نے یہ ناول بنیادی طور پر فلم کے لیے لکھا تھا۔ اس وقت تو ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی تاہم بعد میں اس پر فلم بنائی گئی۔ اسی پس منظر کی وجہ سے ناول میں ڈرامائی تکنیک نظر آتی ہے اور کئی مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مثلاً پھول والے باب میں پورن کا پھولوں کی خواہش کرنا اور آنکھ مچولی والے باب میں بچوں کا ادھر ادھر چھپنا خالص ڈرامائی مناظر ہیں۔ علاوہ ازیں ناول میں ڈرامائی صورت حال اس وقت سامنے آتی ہے جب پورن اور آشا کی محبت ہندوستان کی سماجی طبقاتی تقسیم کی حقیقت سامنے لاتی ہیں۔ اس کے باوجود باتیں غیر حقیقی محسوس ہوتی ہیں۔

پورن راجہ کا بیٹا ہے جو ایک نوکرانی "آشا" سے پیار کرنے لگتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آشا سے شادی کرے لیکن طبقاتی لکیر دونوں کے درمیان آجاتی ہے۔ آشا کو پورن کی بڑی بہن کے گھر بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی دوران گاؤں میں طاعون کی وبا پھیل جاتی ہے۔ یہ افواہ پھیلائی جاتی ہے کہ آشا طاعون سے مر گئی ہے تاکہ پورن اس کو دل سے نکال دے۔ پورن نے آشا کو بھلا تو دیا لیکن

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ساتھ میں اس کی خوشیاں بھی چلی گئیں۔ پورن کی شادی والے دن منڈپ پر آگ لگ جاتی ہے۔ وہ اپنی بیوی کو بچانے بھاگتا ہے کہ اس کی نظر آشا پر پڑتی ہے وہ بیوی کو چھوڑ کر اس کی طرف بڑھتا ہے لیکن اسے پھر غائب کر دیا جاتا ہے۔ جیسے تیسے شادی ہو جاتی ہے لیکن پورن گھر کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ بیوی سے بھی کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ آشا پورن کے دوست سے تعلق بڑھا لیتی ہے۔ پورن سب کچھ جانتا ہے پھر بھی خاموش رہتا ہے۔ پورن قریب المرگ ہو جاتا ہے تو گھر والے آشا کو لے آتے ہیں کہ شاید پورن بچ جائے لیکن وہ آشا کے ملنے کے بعد مر جاتا ہے۔ ساتھ ہی آشا بھی مر جاتی ہے۔ عصمت کی ڈرامائی تکنیک کے حوالے سے ڈاکٹر محمد احسن فاروقی رقم طراز ہیں:

> "ان (عصمت) کی فطرت کا رجحان ڈرامائی ہے اور وہ طویل بیانات میں بہت ہی کم پڑتی ہیں۔ محض ایک آدھ جملہ رقم کر کے فوراً مکالمے پر آجاتی ہیں اور مکالمے کے ذریعے تمام حالات واضح کر جاتی ہیں۔"(3)

عصمت چغتائی کا ناول بیانیہ اور سوانحی تکنیک پر مشتمل ہے تاہم کہیں کہیں ڈرامائی اور مکالماتی تکنیک بھی سامنے آتی ہے۔ جہاں مکالمے کا استعمال ہوا ہے وہاں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ مکالمہ بولنے والا کردار کس ماحول سے تعلق رکھتا ہے۔ عام طبقے کی عورتوں کے درمیان ہونے والے ایک مکالمے کو دیکھیے:

> "اری رسولن، اور رسولن کہاں مر گئی مالزادی۔ جا علی بخش سے کہہ کہ سودا نہیں لائے۔ ہاں جلدی سے لائیں مونگ کی دال اور۔۔۔ بھنی ہوئی گرم گرم مونگ پھلیاں۔ ہاں شمن بی کے لیے شکر کی گولیاں بھی۔"(4)

عصمت چغتائی نے ایسے مکالموں کے ذریعے سماج کے رسم و رواج پر طنز کیا ہے۔ ان کے نزدیک عورت اس تہذیب میں وہ عزت و توقیر نہیں رکھتی جو اس کا حق بنتا ہے۔ جنس اور نفسیات کے موضوع پر پہلا باقاعدہ ناول "ٹیڑھی لکیر" ہے۔ جس میں واقعات ایسے بیان کیے گئے ہیں جو ایک ڈرامے کا پرتو پیش کرتے ہیں۔ جیلانی کامران نے اس ناول کو ایک فلم کے مترادف کہا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "اگر ناول کے بجائے اس موضوع کی فلم تیار کی جاتی تو شاید ایک بہت کامیاب فلم ہوتی۔"(5)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مکتوباتی تکنیک عصمت کے ہاں بہت کم ہے۔ ٹیڑھی لکیر میں ایک آدھ ایسا خط نظر آ جاتا ہے جس میں رومانوی، جنسی اور نفسیاتی ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ ذیل کے خط میں عصمت کے کردار کا ہم جنسی رجحان واضح طور پر دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے:

"میرے منن مندر کی دیوی!

آہ، اپنی عاشق سے کیوں ناراض ہو؟ کب تک خفا رہو گی؟ اگر ایسی ہی مجھ سے نفرت ہے تو اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ دو۔ یہ تم نے کیا جادو کر دیا ہے۔ ایک دفعہ پیروں پر سر رکھ کر معافی مانگ لینے دو۔ تمہارے حُسن کی پروانہ

رسول فاطمہ "(6)

عصمت چغتائی کے دو ناول "ٹیڑھی لکیر" اور "ایک قطرہ خون" سوانحی تکنیک کے غماز ہیں۔ "ٹیڑھی لکیر" ایسا سوانحی ناول ہے جس میں آپ بیتی کا انداز اپنایا گیا ہے۔ بچپن سے لے کر جوانی تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ٹیڑھی لکیر میں خود عصمت کا کردار ہے۔ "شمن" کے ٹیڑھے پن اور عصمت کے ٹیڑھے پن میں کافی مماثلت ہے۔ اس حوالے سے عصمت خود کہتی ہیں:

"اس ناول کی ہیروئن شمن قریب قریب میں ہی ہوں اور بہت سی باتیں اس میں میری ہیں۔ ویسے آٹھ دس لڑکیوں کو میں نے اس میں جمع کیا ہے اور ایک لڑکی کو اوپر ڈال دیا ہے جو میں ہوں۔ اس ناول کے حصوں کے بارے میں صرف میں ہی بتا سکتی ہوں کہ کون سے میرے ہیں اور کون سے دوسروں کے۔"(7)

"ٹیڑھی لکیر" سوانحی تکنیک میں لکھا گیا ناول ہے جس میں "شمن" کے حالات بچپن سے لے کر جوانی تک ہیں۔ شمن کے حالات اصل میں خود عصمت کے حالات ہیں جس کا اظہار وہ کئی بار کر چکی ہیں۔ شمن ایک ایسے گھر میں پیدا ہوئی جہاں بہت سارے بچے تھے اور خود عصمت کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ شمن ایک سکول ٹیچر تھی اور عصمت بھی۔ ناول اور آپ بیتی کے درمیان حد فاصل کھینچتے ہوئے ڈاکٹر یوسف سرمست لکھتے ہیں:

"دراصل ناول میں اور آپ بیتی میں بنیادی فرق یہی ہوتا ہے کہ آپ بیتی میں صرف 'کردہ گناہوں' کا حساب پیش کر دیا جاتا ہے لیکن آپ بتیانہ ناول میں ناکردہ گناہوں کی حسرت کی داد حاصل کی جاتی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہے۔ ٹیڑھی لکیر میں بھی چوں کہ یہی بات پیدا ہو گئی ہے، اس لیے یہ اردو کا بہترین آپ بیتیانہ ناول ہے۔"(8)

اس سوانحی ناول میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جو عصمت کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ "ٹیڑھی لکیر" کی شمن نے علی گڑھ سکول سے تعلیم حاصل کی ہے اور عصمت نے بھی علی گڑھ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اسی طرح ہاسٹل میں رہنے والی لڑکی کی "جنس پرستی" کی بیماری کا تجربہ عصمت چغتائی نے دوران تعلیم رہتے ہوئے کیا جہاں ایک لڑکی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ لڑکی "شمن" کی روم میٹ ہے جس کا نام "رسول فاطمہ" ہے۔ رسول فاطمہ کمزور اور ہمیشہ بیمار رہنے والی لڑکی ہے جو جنسی بے راہ روی کا شکار نظر آتی ہے۔ اپنے اس عشق میں وہ صادق نظر آتی ہے جو "شمن" پر ہر آن فدا ہونے کو تیار ہے۔ اس کے برعکس شمن اس سے نفرت کرتی ہے۔

ایک قطرہ خون "سوانح عمری" تکنیک میں لکھا گیا ناول ہے۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے اور آپ کی شہادت کے واقعات بیان کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد خلفاء راشدین کی خلافت سنبھالنا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا گوشہ نشین ہونا، شہادت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ، شہادت حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اور شہادت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کے سانحات مختصر مگر جامعہ انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد یذید کی سیاسی سرگرمیوں اور اہل بیت پر اس کے مظالم کی داستان رقم ہے۔

عصمت چغتائی کا ناول "ایک قطرہ خون" دستاویزی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی عظمت و بزرگی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ان کی جس قدر عظمت و بزرگی بڑھتی گئی ان میں عاجزی و انکساری میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ عصمت چغتائی نے ایسے منظر کی خوب صورت عکاسی کی ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے بچوں کو دنیا کی محبت سے دور رہنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں:

"جب دنیا کی نعمتیں مجھے اپنی طرف بلاتی ہیں تو میں انہیں دھتکار دیتا ہوں۔ میں دنیا سے کہہ دیتا ہوں۔ دور ہو جا مجھ سے! جہاں جانا ہو، چلی جا۔۔۔ میں تیری چنگل سے نکل چکا ہوں۔ تیری بچھائی ٹھوکروں سے اپنے پیر بچا چکا ہوں۔ تو ہی بتا وہ لوگ کہاں گئے جو تیری نازو انداز میں پھنس گئے۔ تیری آرائشوں پر فریفتہ ہو گئے دیکھ آج وہ قبروں میں بند ہیں اور کرہ ارض کی خاک بن چکے ہیں۔"(9)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

عصمت چغتائی کے ناول "ایک قطرہ خون" میں خطابیہ تکنیک کا استعمال بہت زیادہ ہوا ہے۔ ان خطبات میں ایک جوش اور ولولہ ہے جو قاری کو بھی مسحور کر دیتا ہے۔ قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ خود اس مجمعے میں شامل ہے جہاں یہ تقریر کی جا رہی ہے۔ میدان کربلا میں حضرت امام حسین کے جوش و جذبے بھری تقریر کا ایک نمونہ دیکھیے:

> "دیکھو ذرا غور سے دیکھو میرے جسم پر یہ قبا کس کی ہے؟ پہنچانتے ہو اس دستار کو، اس بدنصیب جسم پر چار آئینہ اور بکتر کس کا ہے؟ یہ گھوڑا جس پر میں سوار ہوں، یہ پر یہ خود اور یہ ذوالفقار، یہ وہ ورثہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشا ہے۔ کیا میں اپنے نانا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا خون بہانا برداشت کر سکتا ہوں؟ میں نے تمام ایسی تجویزوں کو جو اکثر میرے سامنے پیش کی گئیں، سختی سے رد کر دیا (دیں)۔ میں اسلام میں پھوٹ ڈالنا نہیں چاہتا کہ بھائی بھائی کا خون بہائے۔ میں تو امن و سکون کی تلاش میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ وطن کو خیر باد کہہ کر نکلا ہوں کہ دنیا کے کسی گمنام سے کونے میں خدا کی حمد و ثناء میں زندگی گزار سکوں۔"(10)

عصمت چغتائی کے ناولوں میں تحلیل نفسی تکنیک کامیابی سے برتی گئی ہے۔ خاص طور پر ان کے نسوانی کردار نفسیاتی حوالے سے پیش پیش ہیں۔ گھر کی چار دیواری میں بند متوسط طبقے کی خواتین کی نفسیاتی کیفیت کھل کر سامنے آتی ہے۔ ڈاکٹر افتخار حیات لکھتے ہیں:

> "انھوں (عصمت) نے عورتوں کے جنسی اور نفسیاتی مسائل کو خود انھیں کے نقطہ نظر کے ذریعے ظاہر کیا۔ دراصل گھر کی چار دیواری کے اندر مسلم متوسط طبقے کی لڑکیوں کو جن جنسی الجھنوں اور نفسیاتی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کی تصویر کشی عصمت نے فنکارانہ چابک دستی سے کی ہے۔"(11)

عصمت چغتائی کے ناول "ٹیڑھی لکیر" کا مطالعہ کریں تو اس میں ہر کردار نفسیاتی الجھنوں کا شکار نظر آتا ہے۔ ہر کردار کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا نظر آتا ہے۔ "شمن" کی نفسیاتی الجھن یہ ہے کہ وہ عدم توجہ کی شکار رہی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لڑکیوں کا آئیڈیل اُن کا باپ ہوتا ہے لیکن "شمن" کا باپ خود عدم توجہ کا شکار رہا۔ وہ دس بچوں کا باپ ہے اور بیوی کی ضرورت اپنے بچوں سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔ یہی اثرات شمن پر بھی رہے۔ وہ جنسی کج روی کا شکار ہو گئی۔ رسول فاطمہ کی نفسیاتی الجھن

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اس کی جنسی بلی کی فطرت ہے۔ وہ شمن کی ہوسٹل کی روم میٹ ہے اور جنس پرستی کی شوقین ہے۔ یہ لت شمن کو بھی کافی دیر تک رہی۔ جب وہ ہیڈ مسٹریس بن گئی تو بھی مس سرکسی اور مس شرما سے جنسی تعلقات رکھتی تھی۔ یعنی اس زنجیر کی ہر کنڈی اس مرض میں مبتلا نظر آتی ہے۔ سیتل اور ایلما کی محبت بھی رنگ لاتی ہے۔ سیتل بن بیاہی ماں بن جاتی ہے۔ ایلما اسے بچہ گرانے کا کہتا ہے۔ یوں ان کے درمیان نہ ختم ہونے والی نفرت کی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے۔

عصمت کے بہت سے کردار احساسی کمتری کا شکار نظر آتے ہیں۔ مسز مارک بار بار روتی ہے۔ اعجاز اور عباس ہر وقت خود کو کمزور سمجھتے رہتے ہیں۔ اعجاز کی نفسیاتی الجھن اور احساس کمتری یہ ہے کہ وہ شمن کے ایک لمس کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ اس کو چھونے کے لیے کئی گھنٹے پانی پینے کے بہانے اس کے پاس رہتا ہے لیکن اس کی یہ حسرت پھر بھی پوری نہیں ہوتی۔ اس کو بخار ہو جاتا ہے، جسم کی حدت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے لیکن وہ اس حالت میں بھی شمن کا جوتا اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھا رہا اور اس سے لذت تلاش کرتا رہا۔ "ٹیڑھی لکیر" پہلا ناول ہے جو باقاعدہ شعوری طور پر نفسیاتی تکنیک میں لکھا گیا ہے۔ ناول میں کہانی کی نسبت کرداروں کی زندگی کی نفسیات کو زیادہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ عصمت چغتائی کی نفسیاتی بصیرت کا شہکار ناول ہے۔ انھوں نے اپنے عمیق مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر درمیانے طبقے کی زندگی کی سماجی پیچیدگیوں اور نفسیاتی الجھنوں کی عکس بندی کی ہے۔

عصمت چغتائی نے نفسیاتی حوالے سے مردوں کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔ جس میں سے ایک قسم ایسے مردوں کی ہے جو غیر معمولی طور پر عیاش اور مکار ہوتے ہیں۔ ایسے مردوں میں جنسی تعلق صرف اپنی بیوی تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ بھولی بھالی لڑکیوں کو ورغلاتے رہتے ہیں۔ ٹیڑھی لکیر کا کردار "افتخار" بھی اسی نوع سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ پہلے "مس بوگا" سے تعلق جوڑتا ہے پھر ایلما سے۔ یہاں تک کہ شمن بھی اس کے فریب میں آجاتی ہے۔ اس سے بڑی حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اور کئی بچوں کا باپ ہے۔ عصمت کے نزدیک شادی کرنا ایک تجارت اور کاروبار ہے۔ انھوں نے علامتی لحاظ سے مرد کو بیل اور عورت کو گائے سے تشبیہ دی ہے۔ گائے اور بیل کی فطرت کے حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

> "کیا گائے سینگ نہیں مارتی۔ ویسے بیل بے چارہ زندگی میں زیادہ ابو بنتا ہے۔ یہ کولہو کا بیل غریب کس کے سینے میں سینگ مارنے جاتا ہے۔ ہل کے بیل کو کب فرصت ملتی ہے کہ لوگوں سے مذاق کرنے جائے۔ لیکن یہ گائے! سوائے گھاس چبانے اور دودھ دینے کے اور کیا کام کرتی ہے! ان کے بلا

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

سے دودھ بچھڑے نے نہ پیا آدمی نے کھیر بنا کر کھالی۔ نہ ہاتھ ہلانے کی ضرورت نہ پیر، پھر بھی انسان گائے کی بوجا کرتا ہے اور بیل پوچھتا بھی نہیں۔"(12)

ایک اور جگہ وہ لکھتی ہیں:

"اسے نوری بالکل گائے بیل کی طرح لگ رہی تھی۔ اکیاون ہزار میں وہ اپنی جوانی کا سودا کر کے ایک مرد کے ساتھ جا رہی تھی۔ بے وقوفوں کی طرح نہیں۔ پکا کاغذ لکھ کر کہ اگر وہ بعد میں تڑپے تو پھندا اس کے گلے میں تنگ ہوتا جائے۔۔۔"(13)

عصمت کی نفسیات شناسی کے حوالے سے ہارون ایوب اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عصمت چغتائی ترقی پسند مصنفین میں اس حیثیت سے انفرادیت کی حامل ہیں کہ انہوں نے مسلم متوسط گھرانوں کی پردہ نشین لڑکیوں کی نفسیاتی الجھنوں اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔"(14)

اگرچہ نفسیات اور جنس میں فرق ہے لیکن بعض اوقات دونوں چیزیں ایک دوسرے کے قریب ہو جاتی ہیں۔ ناول سے ذہنی اور جنسی لذت حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس کے متن میں چھپی ہوئی حقیقت کو تلاش کرنا نفسیات ہے۔ عصمت چغتائی کے ہاں جنس نگاری اور نفسیات نگاری ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ان کے ناولوں میں مکمل جنسی اور نفسیاتی رجحان نظر آتے ہیں۔

فرائڈ نے جو نفسیاتی نظریہ پیش کیا ہے اس میں جنسی پہلو اہم ہے۔ اس کے نظریے کے مطابق انسان جو بھی شعوری طور پر فعل سرانجام دیتا ہے اس میں لاشعور کا بہت زیادہ ہاتھ ہوتا ہے۔ لاشعور فطری زندگی کا مظہر ہوتا ہے۔ اور وراثتی جراثیم ہوتا ہے۔ یعنی لاشعور میں وہ تمام تجربے اور مشاہدے جمع ہوتے ہیں جن سے انسان کا بچپن میں واسطہ رہا ہو۔ اس کے نزدیک انسان جنسیات کی تین منزلیں طے کرتا ہے جس کی پہلی منزل خود فریفتگی کی ہے جو پانچ سال کی عمر تک رہتی ہے۔ اس میں بچہ اپنی ذات پر ہی عاشق رہتا ہے۔ اس کے بعد ایڈی پس کمپلیکس کا شکار ہو جاتا ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کارل مارکس کے نزدیک مادہ شعور سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور مادہ ہی وہ عنصر ہے جو مخصوص حالات میں شعور کو جنم دیتا ہے۔ مادے کی تقسیم نے انسانی معاشرے کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا ہے۔ معاشرے کا ہر فرد اس طبقاتی کش مکش میں زندگی گزار رہا ہے۔ جس معاشرے سے سرمائے اور محنت کی تقسیم ختم ہو جائے گی کارل مارکس کے نزدیک وہ اشتراکی معاشرہ ہو گا۔

عصمت چغتائی نے ناول "ٹیڑھی لکیر" میں حقیقت نگاری کو بھی بیان کیا ہے۔ انھوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسان کس طرح اپنے ارد گرد کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ معاشرتی اور معاشی حالات سے کیسے نپٹتا ہے۔ جس سے انسان کی نفسیاتی اور ذہنی شخصیت کھل کر سامنے آتی ہے۔ عصمت چغتائی نے مارکس اور فرائڈ کے نظریات سے فائدہ حاصل کیا ہے۔ مارکس کے نزدیک انسانی فطرت، اس کی نفسیات اور شخصیت کی تشکیل و تعمیر میں خارجی عوامل کا اہم کردار ہوتا ہے۔ جب کہ فرائڈ کے نزدیک انسان کے ہر فعل میں جنسی تحریک موجود ہوتی ہے۔ یہ دونوں نظریات "ٹیڑھی لکیر" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ عصمت کے ہاں جنس نگاری چٹخارے دار ہے لیکن یہ انھوں نے حقیقت بیان کی ہے۔ اگر انسان کے سامنے کوئی واقعہ رونما ہو رہا ہو اور وہ آنکھیں بند کر لے تو یہ حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ اس لیے عصمت نے جس عمل کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے دیکھا اس کو ضبط تحریر میں لے آئیں۔ اس عمل میں انھوں نے فرائڈ کے نظریے سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

عصمت چغتائی نے حقیقت نگاری بیان کرتے ہوئے کسی دباؤ کو برداشت نہیں کیا۔ اس حقیقت نگاری کو بیان کرنے میں انھیں مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا تو انھوں نے کیا۔ بعض اوقات انھوں نے حقیقت کو بیان کرنے کے لیے طنزِ خفیف تکنیک بھی استعمال کی ہے۔

> "شمن کو افسوس ہوا کہ یہ آزادی ہی تو قید ہے۔ ٹھیک کہتے ہیں یہ بوسیدہ لوگ کہ عورت کو پردہ میں رہنا چاہیے۔ سچ تو یہ ہے کتنے مزے سے پردے میں آنکھ مچولی کھیلی جا سکتی ہے۔ جی چاہا جس سے چھپ گئے اور جی چاہے جسے دکھا دیا۔"(15)

عصمت چغتائی حقیقت پسندی کو بیان کرتے ہوئے بے باک نظر آتی ہیں۔ وہ سماج کے حقائق کو من و عن قاری کے سامنے لاتی ہیں یہاں تک کہ انھوں نے جنسی بیان بھی کھلے ڈلے انداز میں بیان کیا ہے۔ انھوں نے معاشرے کے عام رویوں کا

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

باریک بینی سے مطالعہ کیا اور عام لوگوں کو بھی قریب سے دیکھا۔ ان کے معمولی سے عمل کا بھی اہم نتیجہ نکالا۔ برصغیر کے مقامی لوگوں کا انگریزوں سے تال میل رکھنا فخر کی بات سمجھا جاتا ہے تھا اور برطانوی عہد میں جو انگریزوں کے قریب رہے وہ آج بھی خوشحال نظر آتے ہیں۔ مذہبی حوالے سے انگریزوں میں بھی گورے اور کالے کا تصور موجود ہے۔ عصمت چغتائی نے اس رویے کی عکاسی کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "انگلش چرچا جدا ہے اور وہاں کتوں اور اُن کے ساتھ ہندوستانیوں کے جانے کی اجازت نہیں مگر مہینے میں ایک دفعہ باری سے سفید استانی کالے چرچ میں عبادت کر کے اسے مقدس بنانے ضرور چلی جاتی۔ ہندوستانی لڑکیاں مارے غرور اور احسان کے بوجھ کے گردنیں اکڑا کر عبادت گاہ میں داخل ہوتیں۔"(16)

حقیقت نگاری کے لیے ضروری ہے کہ اس میں داخلی اور خارجی زندگی کو پیش کیا جائے۔ اس خارجی زندگی میں مارکسی نظریات کو بڑا عمل دخل ہے۔ انھوں نے برصغیر کے مزدور کی بات بھی کھل کر کی ہے اور مزدور کے استحصال کرنے والے نظام کے خلاف بھرپور انداز میں احتجاج بھی کیا ہے۔ ان کے اس احتجاج میں امید نظر آتی ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

> "اور تم دیکھنا آخر میں مزدور کا پھاوڑا ہی جیتے گا۔ اور یہ پھاوڑا اس جھوٹے نظام کو چکنا چور کر دے گا۔ بے گناہوں کا خون ضائع نہیں ہوا۔ اس خون سے اُگی ہوئی روٹی چبا کر سرخ قوم پیدا ہو گی۔۔۔ ظلم کے علمبردار آج تہذیب اور انصاف کی حفاظت کو چلے ہیں۔ یہی جذبہ 57ء میں کسی حسینہ کو گود میں سو رہا تھا۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور ہٹلر فولاد ہے۔"(17)

عصمت کی ساری توجہ ان معاشرتی اور سماجی طاقتوں کی طرف ہے جنھوں نے غریب کو کچلنے کی کوشش کی لیکن ان کا جذبہ جواں رہا۔ وہ اپنے مشن میں کامیاب رہے۔ عصمت کیمونسٹ نظریات کی حامل ناول نگار ہیں اس لیے انھوں نے ظالم سامراجی طاقتوں سے ہر حال میں ٹکر لینے کا ارادہ کیا ہے۔ ان کے ہاں تحلیل نفسی کا استعمال عمدہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

عصمت چغتائی کے ہاں جن تکنیکی رجحانات کا میلان ہے ان میں روشن خیالی، عقلیت پسندی، ترقی پسندی، اشتراکیت اور اشتمالیت قابل ذکر ہیں۔ جنگ عظیم دوم کے بعد ہندوستان سمیت پوری دنیا معاشی اور سیاسی بحران کا شکار ہوئی۔ روایت پرستی کی جگہ سائنسی نظریات اور خیالات نے لے لی۔ ترقی پسند تحریک کے ساتھ ہی اشتراکیت اور اشتمالیت کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ترقی پسند تحریک نے دیگر اصناف کی طرح ناول کو بھی متاثر کیا۔ عصمت نے مارکسی نظریات کی تقلید کی۔ شعوری طور پر انھوں نے مغربی تکنیک کو استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ناول اردو ادب میں قابل قدر اضافہ ہیں۔

حوالہ جات

1. عصمت چغتائی، ضدی، مکتبہ الفاظ، علی گڑھ (انڈیا)، 1982ء، ص:58
2. عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، لاہور: نیا ادارہ، 1967ء، ص:47
3. فاروقی، محمد احسن، ڈاکٹر، اُردو ناول کی تنقیدی تاریخ (دوسرا ایڈیشن)، لکھنؤ: ادارہ فروغ اردو، 1962ء، ص:232
4. عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، محولہ بالا، ص:24
5. جیلانی کامران، صحیفہ، لاہور، 1970ء، ص:109
6. عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، محولہ بالا، ص:80
7. خلیل الرحمن عظمی، اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک، ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ (انڈیا)، 2002ء، ص:249
8. یوسف سرمست، ڈاکٹر، بیسویں صدی میں اردو ناول، ترقی اردو بیورو، دہلی، 1996، ص:408
9. عصمت چغتائی، ایک قطرہ خون، فن اور فنکار، بمبئی (انڈیا)، 1976ء، ص:24
10. ایضاً، ص:131
11. حیات افتخار، ڈاکٹر، اردو ناولوں میں ترقی پسند عناصر، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، 1986ء، ص:129
12. عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، محولہ بالا، ص:253
13. ایضاً، ص:253
14. ہارون ایوب، اردو ناول پریم چند کے بعد، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، 1978، ص:140
15. عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، محولہ بالا، ص:234
16. ایضاً، ص:159
17. ایضاً، ص:321